جناب رحمت فرخ آبادی ایم۔ اے

# مقدمۂ بغاوت کراچی اور مولانا محمد علی جوہر

(۲)

مقدمۂ بغاوت کراچی کے مجرموں کو الگ الگ گرفتار کیا گیا تھا۔ چنانچہ مولانا محمد علی جوہر کو والٹیر کے اسٹیشن پر گرفتار کیا گیا اور پھر ۱۷ ستمبر کو صبح چھ بجے اسپیشل ریل کے ذریعے کراچی روانہ کیا گیا۔ والٹیر سے کھر داڑو، کھڑک پور، گومو، سہسرام، مغل سرائے، دہلی، الہ آباد، کانپور، علی گڑھ غازی آباد، بٹھنڈا، سمہ سٹہ، روہڑی اور حیدر آباد کے راستے کراچی لائے گئے اور اس طرح والٹیر سے دو ہزار دو سو باون میل کا سفر پورے تین دن تین رات میں پورا کیا۔[۱] مولانا محمد علی جوہر کے ایک خط سے جو ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو گاندھی جی کے نام لکھا گیا، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ والٹیر کے اسٹیشن سے روانگی کے وقت ان کی اہلیہ بھی موجود تھیں۔[۲]

اس سلسلے میں جہاں تک مقدمۂ بغاوت کراچی کے ماخوذ دیگر سیاسی رہنماؤں کی گرفتاری کا تعلق ہے، مندرجہ ذیل تفصیلات معلوم ہوتی ہیں:[۳]

مولانا شوکت علی کو بمبئی میں ۱۵ ستمبر کی رات کو ۲ بجے گرفتار کرکے بحری جہاز کے ذریعے کراچی بھیجا گیا اور ڈرگ روڈ اسٹیشن پر لاکر وہاں سے داخل زندان کیا گیا۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو شملہ سے گرفتار کرکے ڈرگ روڈ لایا گیا۔ مولانا حسین احمد مدنی کو دیو بند میں گرفتار کیا گیا، ان کی گرفتاری کے وقت ہنگامہ بھی ہوا۔ مولانا نثار احمد کانپوری پہلے ہی سے قید تھے، انھیں کراچی منتقل کر دیا گیا۔ پیر غلام مجدد سرہندی کو ۱۵ ستمبر ۱۹۲۱ء کو ٹنڈو الہ یار کے اسٹیشن پر ٹرین سے گرفتار کیا گیا اور ڈیسٹھا کے

---

[۱] علی برادران مرتبہ رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۶۳ - ص ۵۴۳، ۵۴۶

[۲] ایضاً - ص ۵۵۰

[۳] مقدمہ متن شیرن جو (سندھی) حصہ اوّل- پیر الٰہی بخش، سکھر ۱۹۲۱، ص ۲ - ۴

ریلوے اسٹیشن سے ایک اسپیشل ٹرین کے ذریعے کراچی بھیجا گیا اور جگت گورو شری شنکر اچاریہ کو گجرات کاٹھیاواڑ کے ایک شہر میں دورانِ عبادت ۱۶ ستمبر ۱۹۲۱ء کو شام کے وقت گرفتار کر کے حیدرآباد سندھ بھیجا گیا، جہاں سے انھیں ڈرگ روڈ لاکر جیل میں منتقل کیا گیا۔

اس مقدمے[۵] کی بنیاد آل انڈیا خلافت کانفرنس کراچی کی ساتویں قرارداد کا مندرجہ ذیل حصہ تھی کہ "یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ آج سے کوئی مسلمان اگر انگریز کی فوج میں داخل ہوگا، مدد کرے گا یا ان کا ساتھ دے گا تو وہ غیر قانونی سمجھا جائے گا۔"

چنانچہ مندرجہ بالا رہنماؤں پر زیرِ دفعہ ۱۲۰ (ب) - زیرِ دفعہ ۱۳۱، اور ۵۰۵ مقدمہ قائم کیا گیا۔ ان میں (الف) دفعہ ۱۳۱ (ب) کا مطلب یہ تھا کہ کوئی بھی شخص جو فوج یا خلاصیوں کو بلوے کے لیے اُکسائے گا یا ان کو اپنے فرائض کی ادائیگی سے روکے گا تو اس کی سزا عمر قید یا دس سال کے لیے عبور دریائے شور یا جرمانہ اور سزا ہے۔ (ب) دفعہ ۱۲۱ (ب) کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص کسی بدترین منصوبے یا گفتگو میں شریک ہوگا تو اس کی سزا موت یا کالا پانی ہے۔ (ج) دفعہ ۵۰۵ کا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص فوج کو اپنے فرض سے ورغلانے یا ان میں بلوہ کرانے کی غرض سے کچھ ہینڈ بل چھپوا کر تقسیم کرے گا تو اس کی سزا دو سال، جرمانہ اور قید ہے۔

بہر حال ابتدائی سماعت کی عدالت میں مقدمے کی سماعت ۲۶ ستمبر، ۲۷ ستمبر، ۲۸ ستمبر، ۲۹ ستمبر

---

[۵] اس مقدمے کی روداد مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے:

۱۔ مسلمان اور غیر مسلم حکومت۔ مولانا محمد علی۔ لاہور ۱۹۴۷ء

۲۔ مقدمہ ستن شیرن جو (سندھی) حصہ اول۔ پیر الٰہی بخش۔ سکھر ۱۹۲۲ء

3. Historic Trial Mulana Muhammad Ali and others. Editer by Rafique Akhtar. Karachi 1971.

4. The Historic Trial of Ali brothers and others. Vol I. Karachi-1921.

5. The Historic stat trial of Ali brothers and five others Compiled by R. V. Thadani Plaader. Karachi - 1921.

یکم اکتوبر، ۲۱ اکتوبر کو خالق دینا ہال اور ۲۲ اکتوبر کو سنٹرل جیل کراچی میں ہوئی۔ اس مقدمے کی سماعت مسٹر طلاتی (S.M. TALATI) قائم مقام سٹی مجسٹریٹ کراچی نے کی تھی۔ مقدمے میں استغاثے نے تیس گواہ پیش کیے، جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ زماں شاہ ہاشمی۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کراچی۔ اس مقدمے کا فریادی

۲۔ محمد بخش الٰہی بخش شیخ ڈپٹی کمشنر بالا ڈویژن، ضلع حیدر آباد۔

۳۔ کیشولال مدھوداس گوسائی۔ ہیڈ کانسٹیبل کراچی پولیس۔

۴۔ فتح بہادر لچھمن کانستھ۔ ہیڈ کانسٹیبل کراچی۔ سی، آئی، ڈی، پولیس۔

۵۔ محمد عثمان غنی شیخ۔ ہیڈ کانسٹیبل کراچی، سی، آئی، ڈی پولیس۔

۶۔ عبد الغفور لدھڑ خاں۔ سب انسپکٹر، سی، آئی، ڈی پولیس کراچی۔

۷۔ لخت حسنین، تصدق حسین۔ سب انسپکٹر سی، آئی، ڈی پولیس، الہ آباد۔

۸۔ شان بہادر خاں پٹھان۔ سب انسپکٹر سی آئی، ڈی پولیس، الہ آباد۔

۹۔ ولیم روزیرن۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر۔ ڈیلی گزٹ۔ کراچی۔

۱۰۔ کرم چند، رام لال۔ انسپکٹر سی، آئی، ڈی، پولیس کراچی۔

۱۱۔ کرنل گوائر۔ ویسٹرن آرمی کمانڈ۔ کراچی۔

۱۲۔ صوبیدار میجر جیرام۔ ۹۸۔ انفنٹری بڑودہ۔

۱۳۔ صوبیدار انفنٹری عزیز الدین شریف الدین جاٹ چمن۔

۱۴۔ صوبیدار محمد ہاشم۔ ۱۰۶۔ پائینیر۔ کوئٹہ۔

۱۵۔ ٹی کے جسوانی، ایڈیٹر نیو ٹائمز کراچی۔

۱۶۔ مسٹر پی، اے۔ کیلی۔ ڈپٹی کمشنر پولیس، بمبئی۔

۱۷۔ ٹیک چند، ہیمداس میرچندانی، ہیڈ ماسٹر نیو ہائی اسکول و پریس رپورٹر ڈیلی گزٹ، برائے خلافت کانفرنس کراچی۔

۱۸۔ سید محمود شاہ، ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس، تھر پارکر۔

۱۹۔ نرائن گنیش جوشی انسپکٹر پولیس سی، آئی، ڈی، پونا۔

۲۰۔ ڈھولارام نروان مارواڑی۔ سب انسپکٹر، سی، آئی، ڈی، پونا۔

۲۱۔ وٹھل رام چند، سب انسپکٹر سی، آئی، ڈی، پونا۔

۲۲۔ مسٹر مٹوانی، نمائندہ اخبار ڈیلی نیو ٹائمز کراچی۔

۲۳۔ سید عبدالکریم۔ انسپکٹر سی، آئی، ڈی پولیس، مدراس۔

۲۴۔ ڈبلیو، ڈبلیو، اسمارٹ، ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ، کراچی۔

۲۵۔ ہری رام شیوارام، نمائندہ نیو ٹائمز، کراچی۔

۲۶۔ مسٹر نریان، ہرمزجی، پارسی، ڈپٹی جیلر۔ کراچی۔

۲۷۔ عبدالغنی راجپوت۔ سپرنٹنڈنٹ مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی۔

۲۸۔ محمد احمد شیخ۔ پرنٹر۔ مصطفائی پریس، بمبئی۔

۲۹۔ بسرمل جواہرمل۔ شارٹ ہینڈ کلرک کمشنر آفس۔ کراچی۔

۳۰۔ ڈبلیو، ڈبلیو، شنکر، عیسائی۔ جیلر والٹیر سنٹرل جیل۔

مقدمے کی سماعت کے تیسرے روز مولانا محمد علی جوہر نے اپنا بیان شروع کیا۔ انھوں نے اپنے بیان میں کہا کہ:

" ایک تارک موالات ہونے کی حیثیت سے میں نے عدالت کی کاروائی میں اس کے سوا اور کوئی حصہ نہیں لیا کہ جس صورت میں یہ مقدمہ ہر روز پیش ہوتا رہا ہے، اس کو سمجھنے کی کوشش کروں۔ استغاثے کی طرف سے جو شہادتیں ہمارے خلاف گزری ہیں، میں نے ان پر بھی کوئی اعتراض نہ کیا اور نہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آیا جو شہادتیں ہمارے خلاف پیش کی جارہی ہیں، وہ واقعی مقدمے سے تعلق بھی رکھتی ہیں یا نہیں اور یہ کہ عدالت ان کو سننے کی مجاز بھی ہے یا نہیں اور پھر آپ کا اپنا جو قانونِ شہادت ہے، اس کی رو سے جو کاروائی ہوتی رہی اور جب سرکاری وکیل گواہوں سے اپنی حسبِ مرضی بیان نہ لے سکا اور اس کے لیے اس نے گواہوں پر مزید سوالات کیے تو میں نے اس پر بھی کوئی اعتراض نہ کیا۔"

اس موقع پر مولانا محمد علی جوہر نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ حامل ترکِ موالات ہونے کی حیثیت سے وہ کس حد تک عدالتی کاروائی میں حصہ لینا جائز سمجھتے ہیں، کہا کہ

"تارک موالات ہونے کی حیثیت سے اپنے خلاف کسی عدالتی کارروائی میں جو تھوڑا بہت حصہ لینا ہم اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں، وہ صرف اسی حد تک ہے کہ اصل معاملہ جو زیر سماعت ہے، اس کے بارے میں عدالت میں ایک بیان پیش کردیں اور وہ بھی اپنی صفائی کی غرض سے نہیں بلکہ محض زیر بحث واقعات کی تشریح کے خیال سے، تاکہ جو شخص ان واقعات سے پوری طرح واقف نہیں وہ کسی غلط فہمی میں نہ پڑ جائے، لیکن جہاں تک اس مقدمے کا تعلق ہے مجھے اپنا بیان دینے کی ضرورت صرف اسی لیے پڑی کہ عدالت کو بعض بے ضرورت گواہوں کو بلانے کی تکلیف نہ اُٹھانا پڑے۔ بے ضرورت اس لیے کہ ان گواہوں کو ایک واضح بات ثابت کرنے کے لیے طلب کیا جارہا ہے اور ڈر ہے کہ ان کی کوششوں کا نتیجہ کہیں یہ نہ ہو کہ ایک بات جو واضح تھی، ان گواہوں کی وجہ سے غیر واضح ہو جائے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیان سے ان بے ضرورت گواہوں کی کوششوں کا جن سے اکثر جرم پر پردہ پڑنے کا امکان ہوتا ہے، نعم البدل پیش کردوں"۔

سازش کے الزام کی آل انڈیا خلافت کانفرنس کراچی کی قرارداد کی روشنی میں وضاحت کرتے ہوئے مولانا محمد علی جوہر نے کہا کہ:

"آپ یقین کریں ہمارا مقصد دفعہ ۱۲۰ (ب) توڑنے کا نہیں تھا۔ ہم نے جو بھی سازش کی وہ روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ خلافت کانفرنس کراچی کی میں نے صدارت کی اور وہ قرارداد جس میں ترکی کی انقرہ حکومت کے خلاف برطانیہ کی طرف سے عداوت پیدا ہونے کے اندیشے کا اظہار کیا گیا تھا، اسی کانفرنس میں پیش ہوئی اور اسی مضمون کی ایک قرارداد بالگام کی ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس میں بھی پیش ہو چکی ہے۔ مجھے اقرار ہے کہ اس قرارداد کو میں نے پڑھ کر سنایا اور میں نے ہی ان صاحب کی تجویز کو جن کو میں اپنا آقا، سردار اور بزرگ کہنا اپنے لیے فخر سمجھتا ہوں، کانفرنس کے سامنے پیش کیا تھا۔ یہ بزرگ مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی ہیں۔ میں نے اس تجویز کو سناتے وقت بیچ بیچ میں کچھ کلمات بھی کہے تھے اور میں نے باواز بلند حاضرین سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ کون کون اس تجویز کی تائید کرتے ہیں اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جو لوگ سچے دل سے اس قرارداد کی تائید کرتے ہیں، وہ کھڑے ہو جائیں اور اس کا اقرار کریں، لیکن یہ بات بالکل غلط ہے اور ہر گواہ نے جھوٹ بولا ہے کہ صرف اسی قرارداد پر لوگوں کو کھڑے ہونے کو کہا

گیا تھا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ تمام قراردادیں جن کا اعلان اخبارات میں ہوا ہے، سب کی سب اسی طرح حاضرین سے منظور کروائی گئیں۔ معلوم نہیں گواہوں نے یہ بے فائدہ جھوٹ کیوں بولا۔ یوں عمداً جھوٹ گھڑنا اور اس پر حکومت کا انصافِ شاہانہ کا دعویٰ۔ اس گھڑی ہوئی شہادت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کا مقصد یہ ہے کہ جان بوجھ کر ایسی غلط فہمیاں پیدا کرے اور اس قسم کی قرارداد کی اشاعت کر کے خود اپنی فوج پر اس کا بُرا اثر ڈالے تاکہ اس طرح وہ میرے خلاف مقدمہ دائر کر سکے، اس سے پہلے بھی کئی بار اس طرح کی کوشش میرے خلاف وائسرائے کو ورغلانے کے سلسلے میں کی جا چکی ہیں جس سے کہ غرض مجھ پر مقدمہ چلانے کے لیے زمین ہموار کرنا تھا۔"

مولانا محمد علی جوہر نے اپنے اس بیان میں اس بات کی بھی وضاحت کی کہ آل انڈیا خلافت کانفرنس کراچی کی جس قرارداد کی بنیاد پر مقدمہ قائم کیا گیا ہے، اس کی اہمیت کیا ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں کہا کہ :

"اس حکومت کی طرف سے اپنے مذہبی فرائض اور خلافت کے تحفظ کے سلسلے میں شکایت کرنا بے فائدہ ہے۔ مسلمان پریشان تھے اور بے صبر۔ ہم نے یہ کیا کہ اس پریشانی اور بے صبری میں تمام مسلمانوں کو خدا کی مدد پر بھروسہ کرنے کو کہا اور حکومت کے اس چیلنج کو قبول کر لیا۔ ہم نے حکومت کو متنبہ کر دیا ہے کہ اگر وہ اپنی اسلام دشمن پالیسی سے باز نہیں آئے گی، تو اوّل تو ہم کانگریس کے تحت سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دیں گے اور دوسرے آئندہ دسمبر میں کانگریس کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ہندوستان کی آزادی اور جمہوریت کا اعلان کر دیں گے۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جن سے واقعی حکومت سے اعلانیہ دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ اب ہم ان باتوں کو اعلانیہ کہیں یا خفیہ طور پر، براہِ راست برطانیہ کو سنائیں یا جس طرح برطانیہ یونان کے ذریعہ ترکوں کی مخالفت کر رہا ہے، ہم بھی کسی واسطے سے کام لیں۔ آج ملک کا ہر اخبار خواہ وہ موالاتی ہو یا غیر موالاتی، ہندوستان کی مجوزہ جمہوریت سے بحث کر رہا ہے۔ البتہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کسی نے ہندوستانی فوج کے متعلق کوئی بات اس طرح لکھی ہے جس کا ذکر اس کانفرنس کی قرارداد میں تھا اور جس کو آج بڑی اہمیت دی جا رہی ہے۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ کئی ماہ ہوئے ہندوستان کے بڑے بڑے علمائے اسلام نے ترکِ موالات کی مذہبی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے صاف طور پر اعلان کر دیا تھا کہ حکومت کی قانون ساز کونسلوں میں شرکت کرنا، ہی

کی عدالت میں وکالت کرنا، سرکاری مدرسوں میں تعلیم پانا، حکومت کے خطابات حاصل کرنا، اس کی نوکری کرنا، خواہ وہ فوجی ہوں یا سول سب ناجائز ہیں - علماء کے اس فتوے کے بعد اگر ہم نے کراچی کانفرنس میں خطابات پانے والوں کو لتاڑا، جنھوں نے اپنی عزت بیچ کر خطابات خریدے ہیں تو ہمارے خلاف یہ الزام کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ ہم نے خطاب یافتوں کے خلاف سازش کی۔"

اس سلسلے میں مولانا جوہر نے مزید کہا کہ

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے خلاف الزام کیا ہے - اگر الزام اس قرارداد کا ہے جو خلافت کانفرنس کراچی میں منظور کی گئی تو میں یہ اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ اس قرارداد کا منظور کرنا ہمارا عین مذہبی فرض تھا۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ ہر مسلمان کو خدا کے احکام کو مقدم اور اپنے بادشاہ کو اس سے دوسرے درجے پر سمجھنا چاہیے - کیا یہ وہ جرم ہے جس کا الزام مجھ پر لگایا گیا ہے - میں اس بات کو صاف کر دینا چاہتا ہوں، میں یہاں کوئی لیکچر نہیں دے رہا بلکہ شریعت کا حکم بیان کر رہا ہوں جس پر عمل کرنا ہمارے اوپر فرض کیا گیا ہے۔"

اس کے بعد مولانا حسین احمد مدنی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، پیر غلام مجدد سرہندی سے مجسٹریٹ نے بیان دینے کو کہا - دوسرے دن اس نے ڈاکٹر سیف الدین کچلو، شری شنکر اچاریہ، مولانا شوکت علی مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا نثار احمد کانپوری سے کچھ سوالات کے جواب دینے کو کہا لیکن سب نے کہا کہ وہ اپنے بیان میں تمام باتوں پر روشنی ڈالیں گے - اسی دن یعنی ۲۹ ستمبر کو وکیل استغاثہ نے مقدمے میں اپنے دلائل دیے اور اس کے دلائل ختم ہوتے ہی مجسٹریٹ نے فرد جرم عائد کر دی۔

خالق دینا ہال میں یکم اکتوبر ۱۹۲۱ء عدالتی کارروائی کا پانچواں دن تھا - سماعت شروع ہونے کے بعد مولانا محمد علی نے عدالت کی توجہ ڈیلی گزٹ کراچی کے شمارہ ۳۰ ستمبر کی ایک خبر کی طرف مبذول کرائی جس میں بتایا گیا تھا کہ "مسٹر کنیڈی جوڈیشنل کمشنر سندھ نے اپنے رجسٹرار کے ہمراہ خالق دینا ہال کا پونے گیارہ بجے معائنہ کیا اور اس بات کا جائزہ لیا کہ آیا یہ ہال مقدمے کی سشن کارروائی کے لیے موزوں رہے گا اور یہ کہ انھوں نے اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا کہ یہ جگہ سشن کارروائی کے لیے موزوں ہے، سشن کارروائی کے لیے ابھی تاریخ مقرر نہیں ہوئی ہے - البتہ قیاس ہے کہ اس کا آغاز ۱۱ یا ۱۲ اکتوبر سے ہوگا اور یہ کہ اس کی سماعت جوڈیشل کمشنر خود کریں گے۔" مولانا محمد علی نے کہا کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

یہ فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ مقدمہ سشن عدالت میں چلے گا جب کہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ ابتدائی سماعت کی عدالت میں اس کی کارروائی ابھی مکمل بھی نہیں ہوئی ہے اور مقدمہ ابھی تک سشن سپرد بھی نہیں کیا گیا ہے۔ یہ عدالتی نظام پر ایک بدنما داغ ہے۔"

اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے کہا کہ اس مقدمے کی تمام کارروائی چار وجوہات کی بنا پر غیر قانونی ہے:

اوّل یہ کہ وکیل استغاثہ نے جیسے ہی دلائل ختم کیے، فرد جرم جو پہلے ہی سے تیار تھی، پڑھ کر سنا دی گئی۔

دوم یہ کہ موجودہ عدالت نے گواہوں کے بیانات سے قبل ہی مقدمے کو سشن سپرد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

سوم یہ کہ استغاثہ نے صفائی سے اپنے دفاع کے بارے میں کبھی کوئی بات نہ کی۔

چہارم یہ کہ مقدمہ کی کارروائی ختم ہونے سے پہلے ہی مقدمے کو سشن سپرد کرنے کے انتظامات کیے گئے۔

یہ سب بکواس ہے اور قانون کے مطابق مقدمے کی کارروائی غیر قانونی ہے۔ اس طرح اس مقدمے کو دوبارہ چلایا جانا چاہیے اور یہ کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں ہے کہ عدالتی کارروائی کا یہ طریق کار صحیح نہیں بلکہ ایک فاش غلطی ہے۔

بعد ازاں مجسٹریٹ نے اس اعتراض کو نوٹ کر لیا اور اس کے بعد مقدمے کے فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے مقدمے کو سشن سپرد کر دیا۔

یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ مقدمے کے فیصلے کا اعلان ہونے اور مقدمے کے سشن سپرد کرنے کے بعد عدالت نے چار مزید گواہوں کے بیانات لیے جن کے نام گواہوں کی فہرست کے آخر میں درج ہیں۔ ان چاروں کو مقدمے کی کارروائی کے چھٹے اور ساتویں دن یعنی ۲۱ اور ۲۲ اکتوبر کو استغاثہ نے پیش کیا تھا۔

اس طرح مقدمے کی ابتدائی سماعت مکمل ہو گئی اور مقدمہ سشن سپرد ہو گیا۔ لیکن اس کے علاوہ بھی مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی پر زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) الگ الگ مقدمے تھے اور ان میں ان دونوں نے بیانات بھی دیے تھے لیکن سشن عدالت سے سزا پانے کے بعد حکومت نے ان دونوں مقدمات کو واپس لے لیا تھا، اس لیے ہم ان سے صرف نظر کرتے ہوئے سشن سماعت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بی، سی، کنیڈی جوڈیشنل کمشنر سندھ کی عدالت میں علی برادران اور ان کے رفقا

کے خلاف نئے سرے سے مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی اور جیسا کہ اس سے قبل بتایا جاچکا ہے کہ جوڈیشل کمشنر نے خالق دینا ہال کا اسی غرض سے معائنہ کیا تھا، اس لیے سشن مقدمے کی سماعت بھی اسی ہال میں ہوئی۔

اس دن جب عدالت کی کارروائی کا آغاز ہوا تو وکیل استغاثہ نے فردِ جرم میں معمولی سا اضافہ کرنے کی اجازت چاہتے ہوئے کہا کہ پہلے جرم میں الفاظ "آپ ساتوں ملزم کے بعد" الفاظ "کسی وقت یا اوقات پر فروری تا ستمبر ۱۹۲۱ء کے بجائے فروری ۱۹۱۹ء تا ستمبر ۱۹۲۱ء درج ہونا چاہیے"۔ چنانچہ اس بارے میں عدالت کے استفسار پر مولانا محمد علی نے کہا کہ "تارکانِ موالات کی حیثیت سے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ جو چاہیں لکھیں، ہم صرف اس مقدمے کو سمجھنا چاہتے ہیں"۔ اس کے بعد وکیلِ استغاثہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ دفعہ ۱۲۰ کے بعد دفعہ ۱۱۵ بھی لکھی جائے۔ دفعہ ۱۲۰ میں درج ہے کہ سازش کنندہ جماعت کو سزا دی جائے، لیکن چونکہ اس جماعت نے اعانتِ جرم کی ہے اس لیے جرم کو دو حصوں میں تقسیم کردینا چاہیے۔ یعنی

(الف) انفرادی طور پر جرم کا ارتکاب کرنا۔

(ب) سپاہیوں کو فرض کی ادائیگی سے باز رکھنے کی سازش میں شریک ہونا۔

وکیلِ استغاثہ نے اس سلسلے میں مزید کہا کہ ملزم سازش کی حد سے آگے بڑھ گئے ہیں اور انھوں نے واقعی بعض سپاہیوں کو ورغلانے کی کوشش کی ہے، میں چاہتا ہوں کہ دوسرے پیراگراف میں بھی تبدیلیاں کی جائیں۔ چنانچہ اس تمام کارروائی پر مولانا محمد علی نے کہا کہ

"فردِ جرم میں پہلے ہی حسبِ مرضی تبدیلیاں کی جاچکی ہیں، میرا خیال ہے کہ عدالت نے جرم کی نوعیت کے بارے میں ابتدا ہی میں اچھی طرح صراحت کردی تھی کہ اس کا زمانۂ ارتکاب از فروری ۱۹۲۰ء تا ستمبر ۱۹۲۱ء نہیں بلکہ از فروری ۱۹۲۱ء تا ستمبر ۱۹۲۱ء ہے۔ اس تبدیلی کے بارے میں ہمیں اس سے قبل معلوم ہونا چاہیے تھا، اور خاص طور پر جب کہ اس کے متعلق ہمارے خلاف کسی قسم کی شہادت بھی نہیں ہوئی۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ بات کہ فروری ۱۹۲۱ء تا ستمبر ۱۹۲۱ء نہیں بلکہ فروری ۱۹۲۰ء تا ستمبر ۱۹۲۱ء ہے، مجسٹریٹ کے دماغ میں تھی یا سرکاری وکیل کے دل میں۔ اب جس طرح ماتحت عدالت کی کارروائی کو غلط اور فضول سمجھا جارہا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ آخر مجسٹریٹ درجۂ اول کی عدالت میں مقدمے کی سماعت کرانے سے کیا حاصل تھا، جب کہ یہاں اس کی کارروائی پر پانی پھیرا جارہا ہے۔ وکیلِ استغاثہ

نے کہا کہ وہ فردِ جرم میں محض معمولی سی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ تو معمولی سی تبدیلی نہیں ہے۔ اگر انھیں فردِ جرم کو اس طرح بدلنا تھا تو مجسٹریٹ درجۂ اوّل کی عدالت سے ہم پر جو جرم عائد کیے گئے ہیں، ان کے لیے ہمیں جیل میں تیاری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میرے خیال میں اس بات کی مطلق پروا نہیں کی گئی۔" (باقی آئندہ)

---


# الفہرست

از محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق اردو ترجمہ: مولانا محمد اسحاق بھٹی

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآنِ مجید، نزولِ قرآن، جمع قرآن اور قرائے کرام، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتبِ فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارسِ فکر، علمِ نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعتِ کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلے کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیونکر عالمِ وجود میں آئے۔ پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے، ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور ان کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے۔ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن کن منازل سے گزریں۔ ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں۔

ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر کیا گیا ہے اور جگہ جگہ ضروری حواشی بھی دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

صفحات ۹۴۶ مع اشاریہ قیمت -/۳۰ روپے

ملنے کا پتا:۔ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور